از عدالتِ عظمیٰ[1]

29اکتوبر1956

مہیش پرساد

بنام

دی سٹیٹ آف اتر پردیش۔

[مکیر جیا، ویوین بوس، اور جگنند ھاداس جسٹس صاحبان]

مجموعہ تعزیرات بھارت (ایکٹ XLV، سال 1860)، دفعہ 161- سرکاری عمل کرنے کا ملزم کا اختیار یا ارادہ- مطابقت- عائد الزام- انسداد رشوت ستانی ایکٹ (II، سال 1947)، دفعہ 6(c) جیسا کہ یہ 12 اگست 1952 سے پہلے موجود تھا)- انڈین ریلوے اسٹیبلشمنٹ کوڈ جلد 1 (1951 ایڈیشن)، قاعدہ 1705(c) - جائزہ منظوری

جب کسی سرکاری ملازم پر تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کے تحت فرد جرم عائد کی جاتی ہے، اور یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے کوئی سرکاری کام کرنے یا حاصل کرنے کے لیے غیر قانونی تسکین لی تھی، تو عدالت کے لیے یہ غور کرنا ضروری نہیں ہے کہ آیا ملزم بطور سرکاری ملازم ایسا کام کرنے کے قابل تھا یا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ایسے معاملے میں جہاں مبینہ طور پر غیر قانونی تسکین ملزم کو ایک سرکاری ملازم کے طور پر موصول ہوئی ہے کہ اس نے کسی اعلی افسر کو کوئی کام کرنے کے لیے متاثر کیا ہے، ضابطہ اخلاق کی دفعہ 161 کے تحت ایسے ملزم کے خلاف بنائے گئے الزام میں اس مخصوص اعلی افسر کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس نے اس طرح متاثر ہونے کی کوشش کی تھی۔

آئین ہند کے آرٹیکل 311 (1) اور بھارتیہ ریلوے اسٹیبلشمنٹ کوڈ، جلد 1 (1951 ایڈیشن) کے قاعدہ 1705 (c) کے پیش نظر انسداد رشوت ستانی ایکٹ، 1947 (جیسا کہ یہ 12 اگست 1952 سے پہلے موجود تھا) کی دفعہ 6 (c) کے تحت منظوری یا تو اسی اتھارٹی کے ذریعے دی جا

سکتی ہے جس نے سرکاری ملازم کا تقرر کیا ہو یا کسی ایسے اتھارٹی کے ذریعے جو اسی محکمے میں اس طرح کے تقرر کرنے والے اتھارٹی سے براہ راست برتر ہو۔ لیکن اس طرح کی منظوری بھی قانونی ہے اگر یہ کسی ایسے اتھارٹی کے ذریعہ دی گئی ہو جو تقرری کرنے والے اتھارٹی کے برابر ہو۔ منظوری اس صورت میں غلط ہے اگر یہ کسی ایسے شخص کی طرف سے دی گئی ہو جو تقرری کرنے والے اتھارٹی کے ماتحت یا اس سے کم ہو۔

فوجداری اپیل کا عدالتی فیصلہ: فوجداری اپیل نمبر 39، سال 1954۔

فوجداری نظر ثانی نمبر 200، سال 1952 میں الہ آباد عدالت عالیہ کی لکھنؤ بنچ کے 5 مئی 1953 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل، جو مقدمہ نمبر 40، سال 1951 میں لکھنؤ میں اتر پردیش کے خصوصی مجسٹریٹ، اینٹی کرپشن کے 17 مئی 1952 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوئی تھی۔

اپیل کنندہ کے لیے ہر دیال ہارڈی (کے ایل اروڑا اور ایس ڈی سیکھری، ان کے ساتھ)۔

جواب دہندہ کے لیے سی پی لال۔

29.1954 اکتوبر۔

عدالت کا فیصلہ جگناد ھاداس جسٹس نے سنایا۔

اس معاملے میں اپیل کنندہ کانپور میں ایسٹ انڈین ریلوے کے رننگ شیڈ فورمین کے دفتر میں کلرک تھا۔ اسے تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کے تحت مجرم قرار دیا گیا اور اسے ایک سال اور نو ماہ کی قید بامشقت اور 200 روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ سزا اور سزا دہی کو سیشن جج نے اپیل پر اور عدالت عالیہ نے نظر ثانی میں برقرار رکھا ہے۔ اپیل کنندہ کے خلاف الزام یہ تھا کہ 6 جنوری 1951 کو اس نے مستغیث، گور فیکن سے 150 روپے کی غیر قانونی تسکین قبول کی۔ جو ریلوے کے لوکو موٹو ڈپارٹمنٹ میں ایک تخفیف شدہ کلینر تھا، جس کی جانچ گواہ استغاثیہ 2 کے طور پر کی گئی تھی جس کا مقصد اسے ریلوے میں دوبارہ ملازمت دلانا تھا (کسی اعلی افسر کے ساتھ منسلک کر کے)۔ تعزیرات مجموعہ بھارت 162 کے تحت ایک متبادل الزام تھا لیکن اب اسے نوٹس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سزا تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کے تحت مرکزی الزام کے لیے ہے۔ اسپیشل پولیس

اسٹیبلشمنٹ نے رشوت کے مطالبے کی اطلاع ملنے پر جال بچھانے کا انتظام کیا اور اپیل کنندہ کو اسی وقت پکڑا جب اسے مستغیث سے 150 روپے کی رقم ملی اور اس نے رقم ضبط کر لی۔ اپیل کنندہ نے رقم کی رسید کا اعتراف کیا لیکن اس بات سے انکار کیا کہ اس نے اسے رشوت کے طور پر مانگا یا قبول کیا۔ اس کا معاملہ یہ تھا کہ مستغیث نے پہلے اس سے رقم ادھار لی تھی اور یہ رقم قرض کی ادائیگی میں ادا کی گئی تھی۔ نچلی عدالتوں نے دفاع کو مسترد کر دیا ہے اور استغاثہ کے مقدمے کو قبول کر لیا ہے اور اس کے بعد سزا سنائی گئی ہے۔

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے مقدمے کے شواہد کے حوالے سے ہمیں قائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ نچلی عدالتوں کی طرف سے لیا گیا نظریہ غیر مستحکم ہے۔ اس دلیل کو کسی بھی تفصیل سے نوٹ کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ یہ خصوصی اجازت پر اپیل ہے اور حقائق کے نتائج میں اتنا سنجیدہ طور پر غلط کچھ نہیں دکھایا گیا ہے، جو اس عدالت کی مداخلت کا مطالبہ کرتا ہے۔ پیش کیے گئے اہم قانونی دلائل کو نوٹ کرنا کافی ہے۔

اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اپیل کنندہ اگرچہ ریلوے میں ملازم تھا لیکن وہ خود ایسا شخص نہیں تھا جو مستغیث کو نوکری دینے کی حیثیت میں تھا اور نہ ہی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی کسی خاص اہلکار کے ساتھ کوئی قربت یا اثر ورسوخ تھا جو نوکری دے سکتا تھا۔ لہذا اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اپیل کنندہ کی طرف سے کیا گیا جرم، اگر کوئی ہو، صرف دھوکہ دہی کا ہو سکتا ہے نہ کہ رشوت وصول کرنا۔ یہ دلیل بے بنیاد ہے۔ تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کی شرائط کے مطابق ایک شخص جو سرکاری ملازم ہے اور کسی بھی سرکاری ملازم کے ساتھ خدمات انجام دینے کے مقصد کے طور پر غیر قانونی تسکین کو قبول کرتا ہے، اس کے تحت جرم کا مجرم ہے۔ اس دفعہ کے تحت جرم قرار دینے کے لیے یہ کافی ہے اگر رقم وصول کرنے والا سرکاری ملازم یہ کہہ کر لے کہ وہ دینے والے کو "کسی دوسرے سرکاری ملازم کے ساتھ" مدد فراہم کرے گا اور دینے والا اس عقیدے کے تحت رقم دیتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ رقم وصول کرنے والا درحقیقت اس طرح کی مدد فراہم کرنے کی حیثیت میں نہ ہو اور اسے اس کا علم بھی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو جو وہ خود کو کرنے کے قابل رکھتا ہے۔ اس کے مطابق وہ دھوکہ دہی کا مجرم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تعزیرات مجموعہ

بھارت 161 کے تحت جرم کا مجرم ہے۔یہ تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کی چوتھی وضاحت سے واضح ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

"کرنے کا مقصد یا انعام۔'ایک شخص جو وہ کام کرنے کے مقصد کے طور پر تسکین حاصل کرتا ہے جو اس کا ارادہ نہیں ہے (یا وہ کام کرنے کے انعام کے طور پر جو اس نے نہیں کیا ہے) ان الفاظ کے اندر آتا ہے۔

تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کی مثال (c) جو مندرجہ ذیل ہے اس کی بھی وضاحت کرتی ہے:

"A، ایک سرکاری ملازم، Z کو غلطی سے یہ یقین کرنے پر آمادہ کرتا ہے کہ حکومت کے ساتھ A کے اثر و رسوخ نے Z کا حق حاصل کیا ہے اور اس طرح Z کو اس خدمت کے انعام کے طور پر اے کی رقم دینے پر آمادہ کرتا ہے۔اے نے اس دفعہ میں بیان کردہ جرم کا ارتکاب کیا ہے۔"

اس طرح جہاں کوئی سرکاری ملازم جو کسی سرکاری کام کو کرنے یا حاصل کرنے کے مقصد کے طور پر غیر قانونی تسکین حاصل کرتا ہے چاہے وہ اسے کرنے کے قابل ہو یا نہ ہو یا وہ اسے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں، وہ واضح طور پر تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کے دائرے میں ہے۔

اگلی دلیل جو اٹھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ الزام میں اس خاص سرکاری ملازم کی وضاحت نہیں کی گئی ہے جس کا مقصد اپیل کنندہ کی طرف سے رقم وصول کرنے کے سلسلے میں متاثر ہونا تھا۔اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اس طرح کے معاملے پر تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کا اطلاق نہیں ہوگا۔یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ تعزیرات مجموعہ بھارت 161 میں "کسی بھی سرکاری ملازم کے ساتھ" کا فقرہ کسی مخصوص سرکاری ملازم سے متعلق ہونا چاہیے۔موجودہ معاملے میں مستغیث کا ثبوت اور عدالت عالیہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اپیل کنندہ "کسی دوسرے سرکاری ملازم کے ساتھ مستغیث کو خدمت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے، یعنی، الہ آباد میں ہیڈ کلرک۔" لیکن اس طرح کے نتیجے کے علاوہ ہندوستانی تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کی شرائط میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس میں یہ ضروری ہو کہ اس میں زیر غور سرکاری ملازم ایک مخصوص سرکاری ملازم ہو۔دفعہ کا مادی حصہ مندرجہ ذیل ہے:

"مرکزی یا صوبائی حکومت یا قانون سازیہ کے ساتھ، یا کسی سرکاری ملازم کے ساتھ، کسی بھی شخص کو کوئی خدمت یا بگاڑ دینے کی کوشش کرنا۔"

"مرکزی یا کوئی صوبائی حکومت یا قانون سازیہ" کا جملہ کسی مخصوص فرد یا افراد پر غور نہیں کرتا ہے۔اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی تناظر میں استعمال ہونے والے جملے "کوئی بھی سرکاری ملازم" کو کسی مخصوص سرکاری ملازم کے معنی میں لیا جائے۔تعزیرات مجموعہ بھارت 161 کے تحت جرم کا خلاصہ (جہاں تک یہ یہاں متعلقہ ہے) ایک سرکاری ملازم کی طرف سے سرکاری عہدے یا کام کے غلط استعمال کے مقصد یا انعام کے طور پر غیر قانونی تسکین کی رسید ہے، وصول کنندہ خود یا کسی دوسرے سرکاری ملازم کی طرف سے اس کے کہنے پر۔اس لیے اس دلیل میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔

واحد سنجیدہ دلیل جو پیش کی گئی ہے اور جس کے لیے تھوڑی گہری جانچ پڑتال کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ استغاثہ کے لیے کوئی جائز منظوری نہیں تھی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر انسداد رشوات ستانی ایکٹ 1947 لاگو ہوگا اور اس کی دفعہ 6(c) کی بنیاد پر استغاثہ کو" اپیل کنندہ کو اس کے عہدے سے ہٹانے کے لیے مجاز اتھارٹی کی منظوری درکار ہوتی ہے۔"اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اس معاملے کے حقائق پر یہ تقاضہ پورا نہیں ہوا۔اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اپیل کنندہ بھارتیہ یونین کا سرکاری ملازم ہے اور آئین کے آرٹیکل 311(1) کی بنا پر اسے اس ماتحت اتھارٹی کے ذریعے نہیں ہٹایا جا سکتا جس کے ذریعے اسے مقرر کیا گیا تھا۔یہ بھارتیہ ریلوے اسٹیبلشمنٹ کوڈ، جلد I (1951 ایڈیشن) کے قاعدہ 1705(c) کے تحت بھی ظاہر ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

"کسی بھی ریلوے ملازم کو اس سے کم اتھارٹی کے ذریعے ہٹایا (یا برطرف) نہیں کیا جائے گا جس کے ذریعے اسے اس عہدے پر مقرر کیا گیا تھا جو اس کے پاس کافی حد تک تھا۔

اس معاملے میں استغاثہ کے لیے منظوری نمائش 10 کے تحت شری ایل آر گوسین، سپرنٹنڈنٹ پاور، ایسٹ بھارتیہ ریلوے، الہ آباد نے دی تھی۔اپیل کنندہ، سابق فورمین کی تقرری کا حکم، ڈویژنل پرسنل آفیسر، ایسٹ بھارتیہ ریلوے، الہ آباد کو تقرری کے اختیار کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیشن جج کے سامنے اپیل میں یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ اپیل کنندہ کی تقرری در حقیقت ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ نے کی تھی اور یہ کہ نمائش F پر صرف اس کی جانب سے ڈویژنل پرسنل آفیسر نے دستخط کیے تھے۔سیشن جج نے اس دلیل کے خلاف پایا اور اسے ہمارے

سامنے چیلنج نہیں کیا گیا ہے۔تاہم، جس بات کی تاکید کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جس سپرنٹنڈنٹ پاور نے استغاثہ کی منظوری دی ہے اسے ڈویژنل پرسنل آفیسر سے کم عہدے کا افسر نہیں دکھایا گیا ہے جس نے تقرری کی تھی۔منظوری کے جواز پر سوال سیشن جج کے ساتھ ساتھ عدالت عالیہ کے سامنے بھی اٹھایا گیا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ نے اس سوال پر غور کرتے ہوئے محض خود کو مطمئن کیا ہے کہ ریلوے ضابطوں کے تحت، شری ایل آر گوسین، سپرنٹنڈنٹ پاور، ایک ایسا شخص تھا جو اپیل کنندہ کو انسداد رشوات ستانی ایکٹ کی دفعہ 6 کی شرائط کے تحت اپنے عہدے سے ہٹانے کا اہل تھا۔ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ نے مزید سوال پر غور نہیں کیا ہے کہ آیا آئین کے آرٹیکل 311(1) اور ریلوے اسٹیبلشمنٹ کوڈ کے قاعدہ 1705(c) کے تقاضے اپیل کنندہ کو مقرر کرنے والے اتھارٹی اور استغاثہ کی منظوری دینے والے اتھارٹی کے درمیان باہمی موقف کے حوالے سے مطمئن ہیں یا نہیں۔تاہم، فاضل سیشن جج نے ایک واضح نتیجہ درج کیا ہے کہ ڈویژنل پرسنل آفیسر اسی گریڈ میں ہے جس میں سپرنٹنڈنٹ پاور ہے۔اس کی دریافت مندرجہ ذیل اصطلاحات میں ہے:

"لہذا، میرا خیال ہے کہ ملزم ڈویژنل پرسنل آفیسر کے ذریعہ مقرر کیا جا سکتا ہے اور اصل میں اس کے ذریعہ مقرر کیا گیا تھا جو سپرنٹنڈنٹ پاور کے برابر گریڈ میں ہے۔اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سپرنٹنڈنٹ پاور جناب ایل آر گوسین کو قاعدہ 1705 کی بنیاد پر ملزم کو ملازمت سے ہٹانے کا اختیار نہیں تھا اور منظوری کے جواز کے خلاف پیش کی گئی یہ دلیل، نمائش 10، زمین پر گر جاتی ہے۔"

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے زور دے کر کہا کہ آئین اور ریلوے کوڈ کی حکمرانی دونوں کی ضرورت اس بات پر غور کرتی ہے کہ ہٹانے کے لیے مجاز اتھارٹی یا تو وہی اتھارٹی ہونی چاہیے جس نے مقرر کیا ہو یا کوئی دوسرا اتھارٹی جو اسی محکمہ میں تقرری کرنے والے اتھارٹی سے براہ راست برتر ہو۔ہم نہیں سمجھتے کہ یہ دلیل قابل قبول ہے۔آئین جس چیز کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کے ماتحت کسی اتھارٹی کے ذریعے نہیں ہٹایا جانا چاہیے۔جسے وہ مقرر کیا گیا تھا اور ریلوے کوڈ میں جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے وہ کافی حد تک وہی ہے، یعنی۔ "ہٹانے کا مجاز اختیار اس شخص سے کم نہیں ہونا چاہیے جس نے تقرری کی ہو۔" ان توضیعات کو اس معنی کے طور پر نہیں پڑھا جا سکتا کہ ہٹانا اسی اتھارٹی کے ذریعے ہونا چاہیے جس نے تقرری کی تھی یا اس کے براہ راست اعلی کے ذریعے۔ہمیں ایسا

لگتا ہے کہ یہ کافی ہے کہ ہٹانے کا اختیار ایک ہی رینک یا گریڈ کا ہے۔ موجودہ معاملے میں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ محکمہ کی کس مخصوص شاخ میں اپیل کنندہ کو لیا گیا تھا، پہلی بار 1944 میں نمائش F کے تحت۔ لیکن یہ گواہ استغاثیہ 4، ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کے ہیڈ کلرک کے ثبوت میں ہے کہ رننگ شیڈ فورمین کا دفتر جس میں اپیل کنندہ 1951 میں کلرک تھا، براہ راست سپرنٹنڈنٹ پاور کے ماتحت تھا۔ واضح طور پر وہ منظوری دینے کے لیے سب سے موزوں افسر تھا؛ بشرطیکہ وہ ڈویژنل پرسنل آفیسر سے کم عہدے کا نہ ہو۔

اپیل کنندہ کے وکیل نے زور دے کر کہا کہ شواہد فاضل سیشن جج کے اس نتیجے کی حمایت نہیں کرتے ہیں کہ شری ایل آر گوسین، سپرنٹنڈنٹ پاور، اسی درجے کے تھے جس ڈویژنل پرسنل آفیسر نے تقرری کی تھی۔ گواہ استغاثہ 4 نے اپنے ثبوت میں، تاہم، واضح طور پر اس پر مندرجہ ذیل بات کی ہے:

"ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ پورے انتظامی ڈویژن کا سربراہ ہوتا ہے۔ ڈویژنل پرسنل آفیسر اس کے ماتحت ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پاور اور سپرنٹنڈنٹ ٹرانسپورٹ بھی اس کے ماتحت ہیں اور اسی عہدے کے دوسرے افسران بھی۔ ڈویژنل پرسنل آفیسر اور مختلف سپرنٹنڈنٹ ایک ہی عہدے کے افسران ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہیں۔"

یہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ اس کی تصدیق سرکاری ریکارڈ سے ہونی چاہیے تھی نہ کہ زبانی شواہد سے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زیادہ تسلی بخش ہوتا۔ اپیل پر فاضل سیشن جج نے خود کو مطمئن کرنے کے لیے بھارتیہ ریلوے کے قیام کی درجہ بند فہرست کا حوالہ دیا ہے اور اسے بھی ہماری معلومات کے لیے ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ڈویژنل پرسنل آفیسر کے ساتھ ساتھ سپرنٹنڈنٹ پاور دونوں سینئر پیمانے کے افسران ہیں جو تنخواہ کے مساوی پیمانے، 625-1375-50 روپے حاصل کرتے ہیں۔ یہ ایک اشارہ ہے کہ وہ ایک ہی عہدے کے افسر ہیں اور گواہ استغاثیہ 4 کے زبانی ثبوت کی تصدیق کرتے ہیں جو ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ کے ہیڈ کلرک ہیں۔ دفتر کو ان معاملات کے بارے میں بات کرنے کا اہل ہونا چاہیے۔ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ سپرنٹنڈنٹ پاور جس نے (اس کے ماتحت کام کرنے کے وقت اپیل کنندہ) کے خلاف قانونی کارروائی کی منظوری

دی ہے، وہ اپیل کنندہ کو مقرر کرنے والے ڈویژنل پرسنل آفیسر سے کم درجے یا گریڈ کا ہے۔ اس معاملے کو ٹرائل عدالت میں شاید زیادہ تسلی بخش طریقے سے واضح کیا جاتا اگر منظوری کے جواز کے بارے میں سوال محض دفعہ کے الفاظ کے حوالے سے نہیں اٹھایا گیا ہوتا۔ دفعہ 6 انسداد رشوات ستانی ایکٹ کے ساتھ ساتھ آئین کے آرٹیکل 311(1) اور ریلوے اسٹیبلشمنٹ کوڈ کے قاعدہ 1705 (c) کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔ مواد پر ہم مطمئن نہیں ہیں کہ عدالتوں کے نتائج کو الٹنے کی کوئی وجہ ہے جس کے تحت منظوری درست ہے۔

ہمارے سامنے اٹھائے گئے تمام تنازعات ناقابل قبول ہیں۔ اس کے مطابق یہ اپیل ناکام ہونی چاہیے۔ ہمارے سامنے یہ نمائندگی کی گئی ہے کہ اپیل کنندہ جسے اپیل کی اجازت کے وقت اس عدالت نے ضمانت سے انکار کر دیا تھا لیکن بعد میں ضمانت دے دی گئی ہے، وہ درمیانی مدت میں پہلے ہی تقریبا چھ ماہ قید کی سزا کاٹ چکا ہے، کہ وہ ایک نوجوان آدمی ہے اور اپنی ملازمت کھو چکا ہے۔ ان حالات میں ہم سمجھتے ہیں کہ اسے واپس جیل بھیجنا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے نتیجہ یہ ہے کہ اپیل جیل کی سزا میں ترمیم کے تابع مسترد کر دی جاتی ہے۔ ہم قید کی سزا کو اس مدت تک کم کر دیتے ہیں جو پہلے گزر چکی ہوتی ہے۔ جرمانے کی سزا قائم رہتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی